بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آزادیِ پاکستان اور علمائے اہلسنت

تحریر:۔ محمد شریف رضا عطاری

ملکِ پاکستان 14 اگست 1947 کو علمائے اہلسنت کی بے حد کوششوں سے معرضِ وجود میں آیا ، اور تحریکِ آزادی میں علمائے اہلسنت کی قربانیاں کسی سے پوشیدہ نہیں، جن میں مولانا رضا علی خان صاحب (جدِ اعلیٰ حضرت) مجاہدِ اعظم مولانا کفایت علی مراد آبادی ،علامہ فضلِ حق خیر آبادی مبلغِ دین حضرت مولانا فیض احمد عثمانی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ شہیدِ حریت مفتی بخش کاکوری شہیدِ حریت مولانا وہاج الدین شمس العلماء حضرت مولانا معین الدین اجمیری استاذ الہند حضرت مولانا مفتی صدر الدین خان آزروہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مجاہدِ اعظم مولانا سید احمد اللہ شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ مولانا عبد الجلیل شہید علی گڑھی ،مولانا نقی علی خان صاحب ،امامِ اہلسنت اعلحضرت فاضلِ بریلوی ،مفتی نعیم الدین مرآدبادی علیہ الرحمۃ ،سرمایہ اہلسنت پیر جماعت علی شاہ صاحب ، علامہ غلام رسول قادری صاحب ،سرمایہ اہلسنت علامہ عبد الحامد بدایونی شاہ عبد العلیم صدیقی (والدِ محترم شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ) سرمایہ اہلسنت علامہ شائستہ گل رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے تحریک آزادی میں اہم کردار ادا کیا۔اگرچہ تاریخ نے انصاف نہ کیا اور تاریخ میں اُن لوگوں کے نام درج ہوئے جو کہ پاکستان بنانے کے سخت مخالف تھے بلکہ انگریزوں کی غلامی ہندوں کی سرادری میں مسلمانوں کو ملوث رکھنا پسند کرتے تھے ،جیسا کہ تاریخ شاہد ہے کہ علماءِ دیوبند،ووہابیت وغیرہ نے انگریزوں کی معاونت میں اپنے مسلک کو تقویت دی۔ برٹش حکومت سے وظیفہ لے لیکر ان کی اقتدا میں اپنے مسلکِ باطل کو چلایا ،اور خود بھی ان سے بھر پور تعاون کا مظاہرہ کیا، یہ باتیں ہم اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے بلکہ ان ہی کی کتابوں کے حوالہ جات سے علمائے کرام نے ثابت کیا ہے اس سلسلے میں مزید تحقیق دلائل وشواہد کے لئے علامہ عبد الحکیم خان اختر شاہجہان پوری رحمۃ اللہ علیہ کی ’’برطانوی مظالم کی کہانی‘‘(مطبوعہ:۔فرید بک اسٹال لاہور) یا ’’انگریز دوستی کی کہانی انگریز دوستوں کی زبانی‘‘ کا مطالعہ کریں۔

ہمارا موضوع جو ہے وہ مذکورہ بالا (یعنی جن علمائے اہلسنت کے نام اوپر مذکور ہوئے) میں سے چند علمائے کرام کا تعارف اور ان کی پاکستان بنانے میں جدوجہد پر ایک نظر ڈالنا ہے۔باقی ان باطل پرستوں سے ہمارا کوئی لینا دینا نہیں۔

حضرت امام المجاھدین متکلمِ اسلام حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ

وہ امامِ فلسفہ وہ نازشِ علم وسخن ۔۔۔جس نے زندہ کردیا تھا قصرِ دار درسن

حضرت موصوف ایک جید اور بہترین عالمِ دین تھے اور ساتھ ہی ادیب اور شاعری تو اپنا ثانی نہیں رکھتے یہاں تک کہ مرزا اسد اللہ غالبؔ نے بھی اپنے کلام کی تسعی حضرت ممدوح سے کرائی ہے،اور نامہ غالبؔ میں ایک موقعہ پر مولانا کے ایک رسالہ سے بطورِ اقتباس لکھتے ہیں

''فخر العلماء،ختم العلماء امیر الدولہ مولوی فضل حق رحمۃ اللہ علیہ،

اور امام موصوف کی تاریخ وفات کو غالب بڑے پیارے انداز میں فارسی کے اشعار سے مرصع کرتے ہیں۔

اے دریغا قدوۂ ارباب فضل　　کروسوئے جنت الماؤی خرام

چوں ارادت از پے کسب شرف　　جست سال آن عالی مقام

چہرہ ھستی خراشیدم نخست　　تا بنائے تخرجہ گردو تمام

اس کے علاوہ حضرت ایک بہترین سیاستدان مفکر ومدبر اور فنون میں منطق میں تو آپ علیہ الرحمہ کی مہارت کا سکہ چھایا ہوا ہے۔اور آپ کو امامِ فلسفہ سے بھی ملقب کیا جاتا ہے۔

تصانیف میں۔منطق کے موضوع پر آپ کی مایا ناز تصنیفِ لطیف ''المرقاۃ''نمایاں جوکہ درسِ نظامی کے نصاب میں آج تک چلی آرہی اور آپ کے مخالفین کے مدرسوں (دیوبندیوں،وہابیوں) کے ہاں بھی پرھائی جاتی ہے۔

پیرو مرشد:۔

شاہ دھومن دہلوی کے مرید تھے جو کہ سلسلہ چشتیہ کے عظیم بزرگ تھے۔

آپکے اساتذہ:۔

آپ کے والد صاحب فضل امام خیر آبادی،شاہ عبد العزیز محدث دہلوی،شاہ عبد القادر دہلوی جیسی نامور شخصیات آپ کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں۔

تلامذہ:۔

آپ علیہ الرحمۃ کے شاگردوں میں شاہ عبد القادر بدایونی ،مولانا ہدایت اللہ رام پوری ،مولانا فیض الحسن سہارن پوری اور مولانا عبد الحق خیر آبادی نمایاں ہیں۔

”آزادی اور حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی کا کردار“

یہ واقعہ کافی طویل ہے ،لہذا المختصراً چیدہ چیدہ حالات رقم کروں گا۔انشاء اللہ عزوجل ،

ہندوستان میں شر پسند انگریزوں کے مظالم کا بڑھتا ہوا طوفان ،اور مسلمانوں کا اضطراب ،اور مسلمانوں کی ہزار سالہ حکومت پر باطل قوتوں کا قبضہ دیکھ کر علامہ موصوف کا دل خون کے آنسو رونے لگتا تھا اور اس موجودہ دور میں علاماتِ جہاد پائے جانے کی وجہ سے علامہ موصوف نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دائر کردیا، پھر کیا تھا کہ غیرت مند مسلمان جاگ اٹھے اور ان گوروں (انگریزوں کا حال تو ایسا ہوگیا تھا جیسے ان پر شمیر حیدری ٹوٹ پڑی ہے)اور اس جوش وجذبہ نے انگریزوں کو مرعوب کردیا۔بقول

کانپ اٹھا اس کے فتووں سے فرنگی سامراج
جس کے نعرے سے ہوئے بیدار شیرانِ وطن

لیکن انگریزوں کی مکارانہ چال کی وجہ سے یہ تحریک ختم ہوگئی اور علامہ فضل حق خیر آبادی تو ان دنوں اپنے ساتھیوں کے ساتھ دہلی میں تھے،بعد میں علی گڑھ تشریف لے گئے تھے ، چونکہ انگریزوں پر اس ہنگامہ کی کافی ہیبت بیٹھ گئی تھی ۔لہذا ملکہ وکٹوریہ نے اُن سب کی معافی کا اعلان کرادیا جو اس تحریک میں شریک تھے ۔اب علامہ فضل حق اپنے وطن خیر آباد تشریف لے گئے۔آپ کی آمد تھی کہ چند شر پسندوں نے مخبری کردی ۔کہ یہ وہی علامہ فضل حق خیر آبادی ہیں جنھوں نے دہلی کی سرزمین پر فتوی دیکر مسلمانوں کو انگریزوں کے خلاف اُبھارا، لہذا آپ کو گرفتار کر کے لکھنو لے جایا گیا۔اور آپ پر انگریزوں کے خلاف بغاوت کا مقدمہ دائر ہوا۔ اور یہاں ایک وجود دو حیرتوں کا مجموعہ کے مترادف ۔عدالت میں

کاروائی کے شروع ہوتے ہی گواہ نے بھی آپ کی حق پسندی وعلمی شخصیت سے متاثر ہوکر آپ کو پہچاننے سے انکار کردیا۔

اب دوسری حیرت جو تھی وہ یہ کہ جب آپ عدالت میں تشریف لائے اور جس جج کے سامنے آپ پیش ہوئے اس جج نے بھی آپ سے کچھ کتابیں پڑھیں تھیں اس جج کی بھی دلی خواہش تھی کہ علامہ صاحب مقدمے سے خارج

ہو جائیں اور آپ کو سزا نہ ہو۔

چنانچہ گواہ نے بھی بھری عدالت میں آپکو پہچاننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ وہ علامہ صاحب نہیں جن نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا تھا۔

کاروائی مکمل ہونے کے بعد آپ کے رہا ہونے کی منزل قریب ہی تھی۔ جج نے آپ کے کان میں کہا علامہ صاحب آپ صرف اتنا کہہ دیں کہ یہ فتوی میں نے نہیں دیا تھا۔ آپ سزا سے بچ جائیں گے پھر وہ اپنی کرسی پر بیٹھ گیا اور وہ بھی دل میں مطمئن تھا کہ علامہ صاحب یہی فرمائیں گے۔

لیکن جب آپ سے پوچھا گیا تو قربان جائیں شیرِ اہلسنت پر اس نازک مرحلے میں بھی حق کلمے سے انحراف نہیں کیا، اس وقت بھی جھوٹ کا سہارا نہیں لیا، اور بھری عدالت میں گرج دار لہجے میں کہا کہ اس گواہ نے تو مُرّوت میں آکر مجھے پہچاننے سے انکار کر دیا ہے میں نے ہی انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتوئ دیا ہے اور اس کے عوض میں مجھے جو سزا ملے میں قبول کروں گا۔

زبانِ اہلِ دل سے بات جو باہر نکلتی ہے
تو لگتا ہے دلوں پر حیدری شمشیر چلتی ہے

جج اور گواہ سر پکڑ کر بیٹھ گئے لہذا حضرت کو عمر قید کی سزا سنائی گئی اور جزائر انڈیمان (کالا پانی) بھیج دیا گیا تین برس کے بعد وہاں مسلسل سختیوں و مصائب جھیلنے کے بعد آپ کا جزائر انڈیمان میں وصال ہو گیا اور وہیں آپ علیہ الرحمہ کا مزار بھی ہے۔

غیر حق کے سامنے مومن کا سر جھکتا نہیں
یہ وہ طوفاں ہے پہاڑوں سے بھی جو رکتا نہیں
موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہنستا!
اللہ اللہ جنگِ آزادی کے حر کا بانکپن!

آپ علیہ الرحمہ نے جیل میں رہائش کے دوران انگریزوں کے مظالم پر ایک یادگار کتاب بنامِ "الثوریہ الہندیہ" بھی رقم کی ہے۔

اس کے علاوہ آپ نے جزیرہ انڈومان میں ایک علمِ ہیئت کی فارسی کتاب پر حاشیے اور کتاب کی تصحیح بھی کی اور

اضافہ بھی کیا جگہ جگہ حوالہ جات سے بھی مزین کیا۔ جو کہ ایک انگریز سپرٹنڈنٹ نے ایک سزا یافتہ مولوی کو دی تھی لیکن ان سے یہ کام نہ ہوا تو علامہ صاحب کو کرنا پڑا، جب سپرٹنڈنٹ نے دیکھا تو وہ حیران و ششدر رہ گیا ۔ اور علامہ صاحب کو کہا ''مولوی صاحب تم تو بڑا لائق آدمی ہے، مگر جن کتابوں کے حوالہ ہیں اور ان کی جو عبارتیں ہیں یہ اس جیل میں کہاں؟''

پھر علامہ صاحب مسکرائے اور اس کو اصل واقعات سنائے تو وہ اسی وقت علامہ صاحب کو لے کر پارک میں آیا ،علامہ موجود نہ تھے ، کچھ دیر انتظار کے بعد دیکھا کہ ٹوکرا بغل دبا کر چلے آرہے ہیں، یہ حالت دیکھ کر اسکی آنکھوں میں آنسو آگئے ۔معذرت بھی کی اور کلرکی لے گیا گورنمنٹ میں سفارش بھی کی ۔

مزید جزیرہ انڈو یمان میں کیا ہوا کس طرح کی اذیتیں آپ کو دی گئیں کے لئے آپ ہی کی کتاب جو کہ آپ نے جیل کے کوئلوں کی سیاہی اور قیدیوں کے پھٹے پرانے کپڑوں پر لکھی گئی ''الثورۃ الہندیہ'' کا مطالعہ کریں۔

آپ کی داستان کافی دردناک ہے جس میں انگریزوں کے مظالم اور علامہ صاحب کی مظلومی دیکھ کر یہ کہنے کا دل چاہتا ہے۔

جذبات پر قابو رکھنا ممکن نہیں رہتا...... خواہش ہے کہ اسی پر جان نکل جائے

مجاہدِ اعظم مولانا سید کفایت علی کافیؔ مراد آبادی علیہ الرحمہ

زندہ ہے ملتِ بیضاء شہدا کے دم سے

ان کی روحوں پہ ہو سو بار درود اور سلام

برصغیر پر قبضہ ہونے سے پہلے مراد آباد کی سرزمین میں ایک ایسی معزز شخصیت نے جنم لیا جن کا مقدس خون بھی تحریکِ آزادی میں شامل ہے۔ جو کہ سید علامہ کفایت علی کافی کے نام سے موسوم ہے۔

آپ علیہ الرحمہ علمِ حدیث اصول، منطق، فلسفہ میں یگانہ روزگار تھے اس کے علاوہ بلند پایہ ادیب شاعر بھی تھے نعتِ نبوی (ﷺ) بھی رقم کی ہیں۔آپ کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلطان نعت سے موسوم کرتے تھے۔

سوچوں کو وقف جس نے کیا نعت کے لئے

اس کا ہنر، ہنر کی مثالوں میں آ گیا

تحریک آزادی اور حضرت ممدوح کا کردار

تحریک آزادی جیسے شروع ہوئی آپ نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا پرچم بلند کیا۔ اور سلطان بہادر شہا ظفر کے ساتھ مختلف اشخاص مولانا سبحان علی، نواب مجد الدین، مولانا شاہ احمد اللہ مدراسی شیخ بشارت علی خان کے معانت میں مختلف محاذوں میں انگریزوں کو شکستیں دیں۔ رام اور مراد آباد میں مختلف معرکے بھی کیے۔

لیکن کچھ سرپسندوں اور دولت کے حریصوں انگریزوں کے اجنٹوں کلال فخر الدین اور اسی کی طرح کے بعض خائنوں کی سازش سے ۳۰ اپریل 1857ء مطابق ۶، رمضان المبارک ۱۲۷۴ھ کو حضرت موصوف گرفتار کر لئے گئے۔ اور مراد آباد جیل سے متصل ہی سر بازار میں آپ کو انگریزوں نے پھانسی کے تختہ پر لٹکا دیا۔

پھانسی کے وقت حضرت کے لب شریں پر مندرجہ اشعار تھے۔

کوئی گل باقی رہے گا نے چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دینِ حسن رہ جائے گا

ہمصفیرِ و باغ میں کوئی دم کا چہچہا:
بلبلیں اڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائے گا

اطلس و کمخواب کی پوشاک پر نازاں نہ ہو
اس تنِ بے جان پر خاکی کفن رہ جائے گا

سب فنا ہو جائیں گے کافیؔ و لیکن حشر تک
نعت حضرت کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا

حضرت مولانا رضا علی خان بریلوی

خانہ یار کا کیا تم کو پتا بتاؤں — جیسا مشتاق ہوں نزدیک بھی ہے دور بھی ہے

آپ علیہ الرحمہ کی شخصیت کافی مشہور معروف ہے۔ آپ چودھویں صدیں کے مجددیں امام احمد رضا کے جد امجد کے نام سے بھی معروف ہیں۔ سچے عاشقِ رسول (ﷺ) اور بلند پایہ عالم دین پُر مثال مجاہد اعظم، اور مایا ناز خطیب تھے کہ آپ کی محفل میں اکثر شرکاء میں اگرچہ بڑے سے بڑے گناہ گار ہی کیوں نہ ہو، آپ کے وعظِ پُر اثر کی تاثیر سے گناہوں سے تائب ہو جایا کرتے۔

نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتے ہزاروں کی تقدیر دیکھی

آپ علیہ الرحمہ کی ولادت ۱۲۲۴ھ میں ہوئی، آپ علیہ الرحمہ کے استاذ علیہ الرحمہ میں مولانا خلیل الرحمٰن کا نام نمایاں ہے، آپ نے حضرت موصوف سے علوم عقلیہ ونقلیہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کی، اور پھر ایسے بلند پایہ مفتی اعظم بنے کہ آج تقریباً ڈیڑھ سو سال سے زائد کا عرصہ ہو گیا ہے کہ آپ علیہ الرحمہ کے گھر سے جہاں آپ نے دارالافتاء کی بنیاد ڈالی ابھی تک فتاویٰ جاری جو کہ آپ کے بعد مولانا نقی علی خان پھر اعلیٰ حضرت پھر حجۃ الاسلام حامد رضا خان خان، حضور مفتی اعظم مصطفےٰ رضا خان صاحب و ابراہیم رضا خان صاحب، اختر رضا خان صاحب منان رضا خان صاحب، مولانا سبحان رضا خان صاحب نے قائم رکھی۔ آپ کے مزید مفصل حالات جاننے کے لئے حیاتِ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا مطالعہ فرمائیں۔

تحریک آزادی اور حضرت مولانا کا کردار

جب انگریزوں کا ہندوستان میں غلبہ ہونے لگا، اور بہادر شاہ ظفر بھی انگریزوں سے مغلوب ہونے لگے، تو جنرل بخت خاں اور شاہ احمد اللہ شہید نے جہاد کمیٹی بنائی اور پھر دہلی میں علامہ فضلِ حق خیر آبادی اور کاکور سے مولانا مفتی عنایت علی خان اور بریلی سے آپ کا انتخاب ہوا کیونکہ آپ علیہ کا خاندان اسلام کا شیدائی اور شاہانِ اسلام کا معتمد علیہ قبیلہ تھا۔

مولانا رضا علی خان صاحب کی گرفتاری کے احکام اورآپ کی کرامت (انگریزوں کو دکھائی نہ دینا)

جیسا کہ اوپر ذکر کردیا گیا ہے کہ یہ تحریک انگریزوں کی چالوں سے کامیاب نہ ہوسکی تھی اور انگریزوں نے کافی علماؤں کو بھی شہید کردیا تھا، جیسا کہ مولانا کفایت کا واقعہ اوپر مذکور ہوااس کے علاوہ کافی علمائے کرام کوگرفتار بھی کرلیا تھا، جیسا کہ علامہ فضل حق خیر آبادی کا واقعہ گذرا۔اسی طرح آپ کی گرفتاری کے احکام بھی جاری کردیے گئے تھے۔

چناچہ جب آپ کی گرفتاری کے وارنٹ جاری ہوگئے، تو آپ کے یہاں بھی ایک انگریز سارجنٹ سپاہی لے کرپہنچا، جس وقت وہ آپ کی مسجد میں داخل ہوا، آپ تلاوتِ قرآن مجید میں مشغول تھے۔سارجنٹ نے مسجد میں اِدھر اُدھر دیکھا اسے کچھ نظرنہیں آیا بالآخر ناکامی کے واپس پلٹ گیا انہیں دنوں ملکہ وکٹوریہ نے عام معافی کا اعلان کردیا اس طرح آپ علیہ الرحمہ کو اللہ تعالیٰ نے انگریزوں کے شر سے بچالیا۔اور سپاہی کوآپ کا نظر نہ آنا اس واقعہ کوآپ کی کرامت بھی بتایا جاتا ہے جیسا کہ خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا ظفرالدین بہاری علیہ الرحمۃ نے اس واقعہ کوحیاتِ اعلیٰ حضرت میں آپ کی کرامتوں میں شمار کیا ہے۔

سچ کہا کسی شاعر نے۔

جہاں میں بندہ حر کے مشاہدات ہیں کیا
تیری نگاہِ غلامانہ ہو تو کیا کہیے

مزید سنئے۔

ترستی ہے نگاہ نارسا جس کے نظارے کو
وہ رونق انجمن کی ہے انہیں خلوت گزینوں میں